دے سکے گا۔

کم سنی کے زمانے میں ہماری بالیدگی نخل کی طرح سیدھی سادھی ہو سکتی ہے۔ اگر سن رسیدہ اشخاص سمجھ سے کام لیں تو بچوں کو ان رکاوٹوں سے آزاد کر سکتے ہیں جو اُن پر سوسائٹی نے ڈال رکھی ہیں، نیز ایسی مزاحمتوں سے ان کو بچائیں جو ان کی خود ساختہ ہوں۔ اگر بچہ کے دل و دماغ شروع ہی سے مذہبی تعصّبات اور مستقل عقائد کے سانچے میں ڈھلے ہوئے نہ ہوں تو خود شناسی کے ذریعے آزاد ہو کر، وہ خود ان حقائق کو دریافت کر سکے گا جو اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور برتر ہیں۔ اصلی اور صحیح قسم کا مذہب، عقائد، رسوم اور امید و بیم کا مجموعہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر ہم بچہ کو ان رکاوٹوں سے بچا کر بڑھنے دیں تو شاید سِن بلوغ تک پہنچ کر جب اس میں پختگی آئے گی تو وہ خود ہی حقیقت یا یوں کہیے کہ خدا کی نوعیت پر غور کرنا شروع کر دے گا۔ اسی وجہ سے بچہ کو تعلیم دینے میں گہری فکر و بصیرت کی ضرورت ہے۔

اکثر وہ لوگ جن کا میلان طبع مذہب کی جانب ہوتا ہے اور خدا اور بقا کا ذکر کرتے رہتے ہیں، وہ در اصل ذاتی آزادی اور انسانی تکمیل اور سالمیت پر یقین نہیں رکھتے، حالانکہ صداقت کی تلاش میں آزادی کا احساس پیدا کرنا ہی در اصل مذہب ہے۔ کسی قسم کا کوئی سمجھوتہ آزادی کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ محض جزوی آزادی انسان کے لیے کوئی

آزادی نہیں ہے۔ کسی مخصوص طرز کی مشروط کر دینے والی بندش خواہ سیاسی ہو یا مذہبی ہرگز آزادی نہیں کہلائی جا سکتی اور اس سے امن کبھی حاصل نہیں ہو گا۔ کسی قسم کے قیود یا مشروط کیفیت کو مذہب کہنا بالکل غیر واجب ہے۔ مذہب تو ایک سکون قلب کی کیفیت کو کہتے ہیں، جس میں صداقت یا خدا کے وجود کا احساس ہوتا ہے، لیکن ایسی تخلیقی کیفیت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب آزادی اور خود شناسی حاصل ہو۔ آزادی سے نکو کاری پیدا ہوتی ہے اور بغیر نیکی کے وصف کے سکونِ قلب میسّر نہیں۔ جس قلب میں سکون ہے وہ قلب ہرگز پابند نہیں، کیونکہ وہ کسی جبریہ تربیت یا ضبط و نظم سے خاموش نہیں ہوتا۔ دل تب ہی خاموش ہو سکے گا، جب اپنے باطن کی کیفیت سے پورا واقف ہو جائے گا۔ منظّم مذہب تو انسان کے منجمد خیالات کا نام ہے، جن سے صرف مسجد، مندر اور گرجا بنانے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اس سے خوف زدہ طبائع کو البتہ قدرے تسکین ہو جاتی، اور یہ غم زدوں کا درد رفع کرنے کے لیے نشیلی دوا کا کام کرتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ خدا یا صداقت و حقیقت، خیالات اور جذباتی تقاضوں سے بالاتر ہے۔ نوجوانوں کو اپنی مشکلات اور پریشانیوں پر غور و فکر کرنے اور سمجھنے میں ایسے والدین اور استادوں سے مدد مل سکے گی جو ان نفسیاتی تحریکوں اور باطنی کیفیتوں سے پورے واقف ہوں، جن سے خوف اور رنج پیدا ہوتا ہے۔